فیصلہ ہائی کورٹ بمقدمہ میاں عزیز احمد اور جماعت احمدیہ

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

فیصلہ ہائی کورٹ بمقدمہ میاں عزیز احمد اور جماعت احمدیہ

(تحریر فرمودہ جنوری ۱۹۳۸ء)

پانچ تاریخ کو میاں عزیز احمد کی اپیل کا فیصلہ جو ہائی کورٹ کے دو فاضل ججوں نے سنایا ہے اس میں بعض ایسے فقرات بھی ہیں جن سے بعض مخالف اخبارات نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا عدالتِ عالیہ کے نزدیک میاں فخر الدین کے قتل کی تحریک خلیفہ جماعت احمدیہ کی تقریروں سے ہوئی ہے چنانچہ اس مخالف پروپیگنڈا کی وجہ سے جماعت کے دوستوں کو بہت تکلیف ہوئی ہے اور باوجود اس کے کہ ''الفضل'' نے اس فیصلہ کے بارہ میں کوئی مضمون نہیں لکھا اور اس کی وجہ سے اکثر احبابِ جماعت جو سوائے ''الفضل'' کے اور کوئی اخبار نہیں پڑھتے اس فیصلہ سے بے خبر ہیں ۔ جن جن دوستوں کی نگاہ سے دوسرے اخبارات گزرے ہیں وہ رنج وغم سے بے تاب ہو رہے ہیں اور ان کے خطوط جو مجھے آ رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض تو مارے غم کے دیوانے ہو رہے ہیں ۔ جن لوگوں کے خطوط موصول ہوئے ہیں ان میں سے اکثر کے خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خبر کے پڑھنے کے بعد وہ کھانا نہیں کھا سکے اور رات کو نیند بھی ان کو نہیں آئی اور بعض نے تو نہایت درد سے لکھا ہے کہ خدایا یہ کیا غضب ہے کہ جس شخص نے ہمیں نرمی اور محبت اور رأفت کی تعلیم دی اور جس نے ہمیں سختی اور ظلم اور فساد سے روکا اور جس نے ہماری طبیعتوں کی وحشت کو دُور کر کے پیار اور محبت کا ہمیں سبق دیا اور دشمنوں سے بھی حسنِ سلوک کی ہمیں ہدایت کی اور ہمارے شدید ترین غصہ کی حالت میں ہمارے جذبات کو سختی سے قابو میں رکھا، اُسی کی

نسبت آج کہا جا رہا ہے کہ اس نے لوگوں کو قتل و غارت کی تعلیم دی اور فساد پر آمادہ کیا۔ بعض کے خطوط تو ایسے دردناک ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے ان کے دل خون ہو گئے ہیں اور ان کے لئے عرصۂ حیات تنگ ہو گیا ہے۔ پس باوجود اس کے کہ عدالتِ عالیہ کے فیصلہ کے متعلق کچھ لکھنا ایک نازک سوال ہے اور قانون کا کوئی ماہر ہی اس مشکل راستہ کو بخیریت طے کر سکتا ہے میں مجبور ہو گیا ہوں کہ اس بارہ میں اپنے خیالات کو ظاہر کروں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

سب سے پہلے تو مَیں یہ کہتا ہوں کہ اے بھائیو! میں تمہاری ہمدردی کا شکرگزار ہوں کہ تم نے میرے زخمی دل پر پھایا رکھنے کی کوشش کی اور میرے غم میں شریک ہوئے اور میرے بوجھ کے اٹھانے کیلئے اپنے کندھے پیش کر دیئے۔ خدا کی تم پر رحمتیں ہوں وہ تمہارے دل کے زخموں کو مندمل کرے اور تمہارے دکھوں کا بوجھ ہلکا کرے کہ تم نے اس کے ایک کمزور بندے پر رحم کیا اور اس کے غم نے تمہارے دلوں کو پریشان کر دیا۔ بے شک آج پشاور سے لے کر راُس کماری تک ہزاروں گھر رنج واَلم کا شکار ہو رہے ہیں، ہزاروں ہزار عورتیں، مرد، بچے کرب و بلا میں مبتلاء ہیں اور خون کے آنسو اُن کی آنکھوں سے رواں ہیں لیکن ان کے احساسات اُن احساسات کی گہرائی کو کہاں پہنچ سکتے ہیں جو ان ایام میں میرے دل میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں۔ شاید تم میں سے بعض اپنا غصہ اس طرح نکال لیتے ہونگے کہ وہ اس فیصلہ کی ذمہ داری ججوں پر ڈال دیتے ہونگے اور کہتے ہونگے کہ ججوں نے غلطی کی انہوں نے ہمارے امام کو سمجھا نہیں اور بعض اس طرح غصہ نکال لیتے ہونگے کہ ججوں نے تو محض اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مذہبی لیڈروں کو اپنے خیالات کو احتیاط سے ادا کرنا چاہئے تا کہ دوسرے لوگ غلط فہمی میں مبتلاء ہو کر کوئی خلافِ قانون حرکت نہ کر بیٹھیں لیکن اخبار والوں اور دشمن مولویوں نے شرارت کی ہے کہ ان کے فقروں کو اور معنی دے دیئے ہیں اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے قتل و غارت کی تلقین کا ارتکاب کیا ہے۔ مگر اے دوستو! میں اپنے دل کی آگ کو اس قسم کے خیالات کے پانی سے بھی سرد نہیں کر سکتا کیونکہ کیا اس امر کا انکار کیا جا سکتا ہے کہ ججوں نے جو کچھ سمجھا اس کا موجب آپ ہی لوگوں میں سے ایک شخص کی غلطی تھی۔ اگر میاں عزیز احمد بے قابو نہ ہو جاتے اور اگر ان سے اس فعل کا ارتکاب نہ ہوتا جو ہؤا تو ججوں کو میرے متعلق اچھے یا بُرے خیالات کے اظہار کا موقع ہی کب مل سکتا تھا۔ ان کو ان ریمارکس کے لکھنے کا موقع تو خود آپ لوگوں میں سے ہی ایک فرد نے دیا اور اگر اخباروں نے ججوں کے فیصلہ کے غلط معنی لئے تو اس کی ذمہ داری بھی تو آپ

ہی میں سے ایک شخص پر ہے اور جب میں اس نقطۂ نگاہ سے اس معاملہ کو دیکھتا ہوں تو میرے دل سے بے اختیار یہ آواز آتی ہے کہ محمود جس قوم کی خدمت تو نے بچپن میں اپنے ذمہ لی، جس کی خدمت جوانی میں تُو نے کی جب تیرے بال سفید ہو گئے جب تیری رگوں کا خون ٹھنڈا ہونے کو آیا تو ان میں سے بعض کی وجہ سے تجھ پر اس فعل کا الزام لگایا گیا جس فعل کو دنیا سے مٹانے کیلئے تیرا بچپن اور تیری جوانی خرچ ہوئے تھے۔ جب ہم میں سے بعض نے اپنے خدا پر بدظنی کی اور خیال کیا کہ وہ جائز راستوں سے ہماری مدد نہیں کرسکتا اور اس کا بتایا ہؤا طریق ہمیں کامیاب نہیں بنا سکتا تو بتا کہ اگر دنیا کے لوگ تجھ پر اور تیرے دوستوں پر بدظنی کریں تو اس میں ان کا کیا قصور اور اگر جج یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ ملک کا امن قائم کرنے کیلئے ایک مستحسن قدم اُٹھاتے ہیں کوئی ریمارک کریں تو اس میں ان پر کیا الزام کیونکہ وہ شخص زیادہ مجرم ہے جو اپنے خدا پر بدظنی کرتا ہے بہ نسبت اس کے جو کسی بندہ پر بدظنی کرتا ہے۔

یہ ایک قانونِ قدرت ہے کہ اگر غم کی حالت میں انسان دوسرے پر اس غم کی ذمہ داری تھوپ سکے تو یہ اس کے غم کو ہلکا کر دیتا ہے لیکن جب مَیں سوچتا ہوں اور اس غم کا موجب خود اپنی ہی جماعت کو پاتا ہوں اور غلط فہمیوں کا پیدا کرنے والا خود انہیں کو دیکھتا ہوں تو میرا دل بالکل پگھل جاتا ہے اور میری آنکھیں ندامت سے جُھک جاتی ہیں۔

اے بھائیو! اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان چونکہ دل کے خیالات کو نہیں پڑھ سکتا، وہ غلط فہمی میں مبتلاء ہوسکتا ہے اور رائے وہی ہے جو عالمُ الغیب خدا کی ہو اور ہم تو دوسروں سے دکھ دیئے جانے اور گالیاں سننے کے عادی ہو چکے ہیں لیکن اس موجودہ ابتلاء اور پہلے ابتلاؤں میں یہ فرق ہے کہ پہلے مخالف اخبار اور مخالف واعظ جو کہتے تھے وہ اپنی طرف سے کہتے تھے اور انسانوں میں سے شریف طبقہ ان کی باتیں پڑھ کر یا سن کر کہتا تھا کہ یہ لوگ احمدیوں کے دشمن ہیں ان کی باتوں پر بلا سوچے اور بغیر تحقیق کے اعتبار نہ کرو لیکن اب جو کچھ ہمارے دشمن اخبارات اور دشمن لیکچرار کہتے ہیں وہ انہیں صوبہ کی اعلیٰ عدالت کے ججوں کی طرف غلط طور پر یا صحیح طور پر منسوب کر کے کہتے ہیں اور اس کا نہایت بُرا اثر ہماری تبلیغ پر پڑ سکتا ہے۔ پس اس وجہ سے طبعاً اس حادثہ کا اثر میری طبیعت پر شدید پڑا ہے نہ اپنی ذات کے لئے بلکہ خدا کے دین کیلئے اور اس کے سلسلہ کی اشاعت میں روک پیدا ہونے کے خیال سے کیونکہ گو ہم ذلیل اور حقیر وجود ہیں اور آخر ایک غیر حکومت کے تابع ہیں اور ایک کمزور جماعت کا فرد ہونے کے لحاظ سے اور ایک چھوٹی سی اقلیت کا

ممبر ہونے کے سبب سے ہمیں نہ کوئی دُنیوی وجاہت حاصل ہے جس کی کوئی قیمت سمجھی جائے اور نہ کوئی سیاسی رُتبہ حاصل ہے جس کا کوئی لحاظ کیا جائے۔ پس اگر صرف ہماری ذات کا سوال ہوتو پھر تکلیف جو ہمیں پہنچے وہ ایک ادنیٰ سی قربانی ہے جو ہم اپنے رب کے حضور میں پیش کرتے ہیں اور کوئی بیش قیمت تحفہ نہیں جو اس بادشاہ کے پاؤں میں رکھتے ہیں لیکن جب قربانی ہماری ذات کی نہ ہو بلکہ سلسلہ کی ہو اور نقصان ہمارا نہ ہو بلکہ ہماری جان سے پیارے دین کا ہو اور ہمارے اخلاق کا دھبّہ ہمارے چہرہ پر نہیں بلکہ ہماری پاک تعلیم کے ماتھے پر سیاہ نشان بنا کر لگایا جا رہا ہو جیسا کہ ہمارے مخالف لوگ کر رہے ہیں تو پھر ایک ایسا غم اور دکھ پہنچتا ہے جس کا اندازہ انسان نہیں لگا سکتے اور اسی وجہ سے آج میرا دل غم سے بھرا ہؤا ہے اور میری پیٹھ فکروں کے بوجھ سے خَم ہو رہی ہے۔ اگر اسلام کا جھنڈا آج میرے ہاتھ میں نہ ہوتا، اگر اسے کامیابی کے ساتھ اقبال کی پہاڑی پر گاڑنے کا کام خدا تعالیٰ نے میرے سپرد نہ کیا ہوتا تو میں خدا تعالیٰ سے کہتا اے میرے خدا! اے میرے خدا! میں اپنے ہی لوگوں کی اصلاح میں ناکام رہا ہوں، میں اپنے ہی لوگوں کی غلطیوں کی وجہ سے بدنام ہؤا ہوں، اے خدا! تُو جانتا ہے کہ میں نے وہ نہیں کہا جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ میں نے کہا اور تیرے وہ بندے بھی جانتے ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا اور سمجھا لیکن اے میرے رب! میرے ہی بعض ساتھیوں کے ذریعہ سے ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ وہ ہاتھ جسے تو نے سورج کی طرح روشن بنایا تھا داغدار نظر آ رہا ہے۔ پس اگر میرا وجود تیرے دین کی اشاعت میں روک بنتا ہے تو مجھے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر اور اپنے پاس جہاں بدظنیاں نہیں، جہاں حقیقت پر شک کا پردہ نہیں ڈالا جا سکتا، اپنی بخشش کی چادر کے کسی کونہ میں جگہ دے دے لیکن میں اپنے لئے موت بھی تو نہیں مانگ سکتا کیونکہ گو ایک بے جان جسم کسی کام کا نہیں لیکن جب تک سانس چلتا ہے ایمان کی ذمہ داریاں اس پر عائد ہیں اور مذہب اور اخلاق کی جنگ کے میدان سے بھاگنا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ روحانی جنگ جو مذاہب کے درمیان دلائل و براہین اور نشاناتِ الٰہیہ سے ہو رہی ہے' وہ دنیا کی جنگوں سے کہیں اہم ہے۔ جب دنیا کی حکومتیں جسمانی جنگوں سے تھک جانے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں تو جو شخص اخلاق اور دین کی جنگ سے جو روحانی ہتھیاروں سے لڑی جاتی ہے سبکدوشی کا خیال کرے، وہ کِس قدر حقیر نہ سمجھا جائے گا۔ پس میرے لئے سب راہیں بند ہیں سوائے آگے بڑھنے کے اور میں اپنے رب سے شکوہ نہیں کرتا کیونکہ اس نے جس مقام پر مجھے رکھا

ہے یقیناً اس میں میرا بھلا ہے اور اسی میں دنیا کا بھلا ہے۔ پس اگر میرے دل کا خون ہو کر بہنا تمہارے دلوں کو پاک کر سکے، اگر تم آئندہ کے لئے شریعت اور قانون کی پابندی کو اپنے نفس پر واجب کرلو اور قربانی اور ایثار کے معنی یہ سمجھو کہ جس رنگ میں خدا تم سے قربانی اور ایثار چاہتا ہے نہ وہ ناجائز رنگ جو تم اپنے لئے تجویز کرو تو یقیناً میری قربانی مہنگی نہ ہوگی۔ میرے دکھ کوئی قیمت نہ رکھیں گے کیونکہ وہی جان قیمتی ہے جو خدا کے بندوں کے کام آئے۔ اگر میری بے عزتی تمہیں عزت دلانے کا موجب ہو، اگر میری ذلّت تم کو ہمیشہ کے لئے ذلّت سے بچالے، اگر میرے جذبات کی موت تمہیں اخلاقی زندگی بخش دے تو بخدا میں اس سَودے کو نہایت سستا سَودا سمجھوں گا کہ حکومت درحقیقت خدمت ہی کا نام ہے اور سیادت غلامی ہی کا ہم معنی لفظ ہے۔ پس اے بھائیو! اگر تم فِی الْوَاقع اس غم میں میرے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہو تو بجائے دوسروں پر غصہ ہونے کے اپنے نفسوں پر غصے ہو اور اپنے دلوں کو پاک کرو اور چاہئے کہ تم میں سے جو روزوں کی طاقت رکھتے ہیں وہ کچھ روزے رکھ کر دعائیں کریں اور جو نوافل کی طاقت رکھتے ہیں وہ کچھ نوافل پڑھ کر دعا کریں کہ خدا تعالیٰ خود ہی اپنے سلسلہ کا حافظ و ناصر ہو اور اس کی عزت کو قائم کرے اور لوگوں کے دل سے بدظنیاں دُور کرے اور آئندہ کے لئے خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ بے شک بے غیرت کو ایمان نصیب نہیں ہوتا لیکن ظالم کو بھی ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ تم خدا کے لئے بھی اسی طرح باغیرت بنو جس طرح اپنے نفس کے لئے بلکہ اس سے زیادہ لیکن ساتھ ہی تم خدا کے لئے منصف بھی بنو، عادل بھی بنو، ظلم سے بچنے والے بھی بنو اور خدا پر توکل کرو کہ جس کام سے وہ تم کو روکتا ہے اسی لئے روکتا ہے کہ اس کا کرنا تمہارے دین اور دنیا کے لئے مضر ہوتا ہے اور یہ کبھی خیال نہ کرو کہ جہاں خدا تعالیٰ تم کو ہاتھ اٹھانے سے روکتا ہے اس لئے روکتا ہے کہ تم کو بند کرے بلکہ یاد رکھو کہ وہ جب تم کو ہاتھ اٹھانے سے روکتا ہے تو اسی وقت روکتا ہے جب تمہارا ہاتھ اُٹھانا دین اور اخلاق کے لئے مضر ہو اور اس وقت وہ تمہاری عزت کی آپ حفاظت کرتا ہے اور آسمانی تدبیروں سے تمہاری مشکلات کو دور کرتا ہے اور ایسے وقت میں اگر تم اپنی عزت کو اپنے ہاتھ سے قائم کرنا چاہو تو تم اپنی عزت کو بڑھاتے نہیں بلکہ کم کرنے کا موجب ہو جاتے ہو۔ کاش! کہ اس موقع پر تم کو یہ سبق یاد ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو پھر میرا غم ہلکا ہو جائے گا اور میرا فکر کم ہو جائے گا اور میں اپنے رب کو کہہ سکوں گا کہ اے میرے رب! دیکھ کہ تیرا بندہ مر کر بھی لوگوں کو زندہ کرنے کا موجب ہو گیا۔ کیا تو حیّ و قیّوم ہو کر اسے زندہ نہ کرے گا اور میں یقین رکھتا

ہوں کہ اس پر وہ ایسا ہی کرے گا اور ضرور کرے گا۔

بے شک آج ہمارا دشمن خوش ہے کہ میرا ابھی ایک وار نکلا لیکن اگر تم دعاؤں اور عاجزی میں لگ جاؤ گے تو اس کی خوشی عارضی ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یا تو عار کی باتوں کی اصلاح کے سامان غیب سے پیدا کر دے گا اور اگر یہ اس کی مصلحت کے خلاف ہوگا تو وہ تمہارے ذکرِ خیر کو اتنا بلند کر دے گا' کہ تمہارے خلاف الزام لگانے والوں کی آوازیں تمہاری تعریف کے نعروں میں غائب ہو جائیں گی۔ پس بنی نوع انسان کی حقیقی خیر خواہی کے کاموں میں لگ جاؤ کہ دنیا میں وہی چیز قائم رہتی ہے جو دنیا کے لئے نفع مند ہو نہ الزام کہ جو کسی کو بھی نفع نہیں دیتے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۱۱ رجنوری ۱۹۳۸ء)